رجسٹرڈ نمبر ۲۲...

سالانہ قیمت
تین روپیہ آٹھ آنے
فی پرچہ
ایک آنہ

ماہنامہ
شانِ ہند

ایڈیٹر
سرور تونسوی
مدیرانِ اعزازی
جناب عالم فتحپوری
جناب نازک الہ آبادی

جلد ۱۶	اگست سنہ ۵۵ء	شمارہ ۸

غزل

جناب شفقت کاظمی صاحب

ترے حضور میں کیوں بار پا نہیں سکتا
وہ بدنصیب کہ تجھ کو بھلا نہیں سکتا

اسی کا شوق ہے مجھ کو جو بن بنائے خود
مرے خیال کی دنیا میں آ نہیں سکتا

جفائے یار سے کیونکر مجھے نجات ملے
کہ میں نوشتۂ قسمت مٹا نہیں سکتا

ہوئے ہیں مر کے محبت میں زندۂ جاوید
زمانہ دل سے ہمیں اب بھلا نہیں سکتا

تری نگاہِ کرم کی امید کیوں رکھے!!
وہ دل کہ بارِ تغافل اٹھا نہیں سکتا

زباں پہ ضبطِ محبت نے ہاتھ رکھا ہے
میں دل کی بات کسی کو بتا نہیں سکتا

مرے عزیز ترے حسنِ جانفزا کی قسم
مری نگاہ میں کوئی سما نہیں سکتا

نظر کرے نہ کرے آپ تو مگر شفقتؔ!
تری گلی سے کہیں اور جا نہیں سکتا۔

باہتمام ... سرور تونسوی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے ... پریس اندرون ترکمان گیٹ دہلی میں چھپوا کر دفتر شانِ ہند ... انصاری مارکیٹ ... دہلی سے شائع کیا

دادا

ظفر عالمگیر

وقت کے ہاتھ سورج دیوتا کو مغرب کی آغوش میں دھکیل رہے تھے، وہ غصے سے سرخ ہوا جا رہا تھا، اور رات کے اندھیرے دھندلکوں کے بھیس میں کائنات پر چھانے لگے تھے، میں سٹی اسٹیشن سے باہر نکلا اور تھکن دور کرتے سامنے ایک ریستوران میں جا بیٹھا، بھوک شباب پر تھی،

کیا حکم ہے مالک؟" ملازم آدھمکا۔ میں نے پسینہ پونچھتے ہوئے بکنے والے کا جائزہ لیا، صاف ستھرے لباس میں ایک شخص میرے پاس ہی کھڑا تھا، بالوں میں سفیدی بس یونہی جھلک رہی تھی، میرا خیال ہے کہ اس نے زندگی کی راہگذر پر سفر کرتے، کوئی چالیس منزلیں طے کی ہوں گی لباس مختصر، صاف ستھرا اور اس کی غربت کا آئینہ دار تھا، لیکن اس کی صفائی پسند طبیعت کا شاہد، چہرے پر دو چار گہری لکیریں کئی ہلکی ہلکی لکیروں میں نمایاں نظر آ رہی تھیں۔ آنکھیں عمر کا پتہ دے رہی تھیں لیکن اس کے باوجود ان آنکھوں میں عجیب سی کیفیت اور مقناطیسیت تھی، ایک متانت تھی، بال کسی قدر بکھرے ہوئے ضرور تھے لیکن ابھی تک وہ ترتیب باقی تھی جس سے بوڑھے نے شاید ان کو صبح جمایا تھا، اس کے بالوں سے مجھے وہ بیہودگی نظر نہ آئی، جو ہوٹل کے عام ملازمین کے بالوں سے اکثر ٹپکتی ہے وہ بڑا سنجیدہ انسان نظر آ رہا تھا،

"فرمائیے؟" اس نے دوبارہ کہا۔

"کھانا چاہئے۔ کیا کیا مل سکے گا؟"

"مالک کھانے کو تو سب کچھ ہے پر صبح تیار کئے تھے سب حکم ہو تو لا دوں" اس نے کہا، اور میں سمجھا شاید مذاق کر رہا ہے ورنہ کون اپنے انگور کو کھٹا بتاتا ہے، ہوٹل کے ملازم تو ایک دن پہلے تیار کی ہوئی چیز کو کہہ دیتے ہیں کہ ابھی ابھی بنی ہے

"مذاق کر رہے ہو دادا!"

"حضور میں اور مذاق کروں جو سچ ہے عرض کر دیا، آگے آپ کی مرضی، میں گاہک کو دھوکا نہیں دیتا مالک جو ہو گا چورا ہے پر کھڑا ہو کر کہوں گا۔ دودھ کو دودھ، پانی کو پانی، چار پیسوں کے لئے اپنا ایمان کون خراب کرے سرکار!" اس نے مخصوص لہجے میں جواب دیا، اور میری نگاہیں اس کی آنکھوں میں ڈوب کر اس کے دل کی گہرائیوں کا پتہ لے آئیں،

"تازہ بنا ہوا"

"ابھی سرکار کراچی میں کون شام کے وقت تازہ بناتا ہے، گپ مارتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ دھوکا دیتے ہیں۔ پیسہ لوٹتے ہیں آپ ڈبل روٹی، مسکہ بسکٹ پیسٹری، پلم کیک بن یا کچھ اور منگا لیں ناشتہ ہو جائے گا۔ گھر جا کر تو آپ کھائیں گے ہی" دادا نے کہا۔ اتنے میں مقابل کی میز پر کوئی اور آ بیٹھا اور دادا ادھر متوجہ ہوا۔ دادا نے اسے چائے لا دی،

کہئے مالک!"

"جو چاہے لا دو دادا" میں نے آرڈر دیا۔

آپ بتا دیں اگر میں کوئی ایسی چیز لا دوں جو آپ کو نہ بھائے"

"جو چاہو لے آؤ دادا"

اور دادا نے بسکٹ، پیسٹری اور چائے لا دی۔ میں نے محسوس کیا کہ دادا سچ کہتا تھا چیزیں تازہ تھیں مجھ سے کچھ دور ایک خوش پوش آ بیٹھے۔ اور دوسرا ملازم ان کی طرف متوجہ ہوا

کھانے میں کیا ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"بریانی، روٹی، آلو، گوشت، قیمہ، اور ایسی کئی چیزیں ملازم نے گنوا دیں،

"بریانی تازہ ہے؟"

"ہاں صاحب بالکل تازہ، کھا کر دیکھ لیں" ملازم نے کہا اور میں نے پلٹ کر دادا کو دیکھا جو ہوٹل کے ایک گوشے میں کھڑا تھا۔ دادا کی نگاہوں میں غصہ تھا، نفرت تھی، جیسے کہہ رہا ہو، گپ

مارتا ہے پیسہ لوٹتا ہے، دھوکا دیتا ہے بڑا بے ایمان کہیں کا۔"

بریانی آئی اور دو چار لقمے لینے کے بعد وہ صاحب بول اٹھے "یہ کل بنائی تھی کیا؟" اور ملازم نے ڈرا کہا۔

"کل کی بریانی آج کیسے رہے گی جی"

"اس کا مزا؟"

"گھی ذرا جا ستی پڑ گیا۔ لوگ آتے ہیں کھاتے ہیں" ملازم نے رٹ لگائی اور ہوٹل سر پہ اٹھا لیا، کئی آس پاس بیٹھے ہوئے لوگ ان کو دیکھنے لگے اور وہ بیچارہ دم نہ مار سکا۔ سب کی نگاہوں کو اپنے آپ پر مرکوز دیکھ کر انہیں انجان ہوتے ہی بن پڑی، کون لگتا ان ملازموں کے منہ جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں، دادا اپنا کام کرتا رہا اور اس ملازم کو گھورتا رہا۔

میں نے اپنا بل ادا کیا اور چلا آیا، دوسری رات اتفاق سے میں رات کے گیارہ بجے اسٹیشن کے سامنے سے گذرا، اور دادا جسے میں رات کی نیند اور دن کی مصروفیات میں بھلا چکا تھا فوراً یاد آگیا جیسے کوئی شخص اپنی کوئی چیز کہیں بھول جائے اور وہ اسے اچانک یاد آجائے۔

ہوٹل میں دو چار ہی گاہک نظر آرہے تھے اور شاید ہوٹل بند ہو رہا تھا۔ دادا سے جیسے ہی نظریں ٹکرائیں میرا ہاتھ اٹھ گیا، جیسے وہ میرا ازلنگ ہو، دادا نے بڑی مروت سے سلام کا جواب دیا،

"کوئی حکم مالک؟"

"چائے"

دادا کچھ کہے بغیر چلا گیا۔ لیکن دو چار لمحوں بعد دادا کی گرج ہوٹل میں گونج اٹھی "اے! اس پیالی کو دیکھ۔ اپنی صورت جیسی کر رکھی ہے، آنکھیں ہیں کہ کوٹ کے بٹن صاف کر،"

میں نے پلٹ کر دیکھا تو دادا چائے بنانے والے سے الجھے ہوئے ہیں "نوکری کرتا ہے کہ دادا گری کرتا ہے" دادا گونجتا رہا اور کچھ دیر بعد چائے لے آیا۔

"کیا بات ہوئی دادا؟"

"کچھ نہیں صاحب، پیالی میلی تھی۔ اس نے چائے بھر دی سب کو اپنا جیسا سمجھتا ہے،"

دادا نے ایک بار پھر غصیلی اور نفرت آمیز نگاہوں سے چائے بنانے والے کی طرف دیکھا،

"خیر جانے دو دادا، کام چلتا ہے"

"کام تو ہر طرح چلتا ہے، ہنسی کے کٹوروں میں پلائیں مگر ذرا تمیز تو کریں" دادا گرج اٹھا اور میں انجان ہو گیا، گاہک نہ تھے، دادا کو فرصت تھی،

"دادا تم کون سے دیس کے ہو؟"

"اجمیر شریف کا"

"وہاں کیا کرتے تھے،"

"ترکاری بیچتا تھا،"

"اب کہاں رہتے ہو؟"

"جہانگیر بازار میں، میرا بیٹا ساتھ رہتا ہے، میرا کوئی اور نہیں"

"اچھا" میں نے چائے کے چند گھونٹ لئے،

"آپ کہاں کے ہیں جی؟"

"بمبئی کا"

"کیسے آئے ہو؟"

"ریل سے آیا ہوں دادا"

"نہیں جی کس لئے آئے ہو پوچھ رہا ہوں" دادا ہنسنے لگا، اس کے دانتوں کی صفائی متاثر کر گئی"

"نوکری کے لئے"

"مل جائے گی"

"پھر بمبئی میں مل گئی ہے دادا!"

"اللہ رزاق ہے رزق دیتا ہے"

"یہاں کب سے ملازم ہو دادا؟"

"دو سال سے ہوں، پر یہ ہوٹل" دادا ہوٹل کے مالک پر نظر ڈال کر رک گیا۔ جو کاونٹر پہ بیٹھا اونگھ رہا تھا "کیوں دادا؟"

"یہ بڑا بے ایمان ہے جی، گاہک کو لوٹتا ہے دھوکا دیتا ہے، وہ اللہ کی مرضی ہے نہیں تو یہ مجھے کب کا نکال دیتا، چار سو بیس ہے بہت ہر وقت میرا کان پکڑتا ہے، گاہک کو ایسا کیوں کہا، مال کو باسی کیوں کہا، حضور میں باسی مال کو تازہ نہیں کہتا، دھوکا دینا مجھے نہیں آتا، اس دوکان کا مال بیچنے پر نوکر ہوں، ایمان بیچنے کے پیسے

تو نہیں لیتا۔"

دادا نے سگریٹ جلایا اور میں نے چائے ختم کر دی۔

"مسجد میں پانچ وقت اللہ اللہ کرتا ہے اور یہاں آکر جھوٹ بولتا ہے، گاہک کو الّو بناتا ہے، پہلے مسجد کو چونا کروایا، سیڑھیاں بنوا دیں، یہ سب کس کام کا جی یہ خدا کو بھی دھوکا دیتا ہے لیکن مالک سب جانتا ہے کیا کروں جی، میں یہ ہوٹل چھوڑ دیتا لیکن مالک نے میرے رزق کا بہانہ کر دیا ہے، مرضی مالک کی۔"

اتنے میں کوئی گاہک آ گیا، اور کھانے کی فرمائش کی "تازہ کچھ نہیں ہے حضور۔" دادا نے کہا، میں کاؤنٹر پر پہنچ چکا تھا لیکن ہوٹل کا مالک مجھ سے پیسے لینے کی بجائے دادا کو گھور رہا تھا پھر وہ چیخ اٹھا۔

"عبدل دوڑ کر گاہک کے پاس جا پہنچا اور دادا وہاں سے کھسک گیا، ہوٹل سے نکلتے ہوئے عبدل کی آواز کانوں میں گونجتی رہی۔ "بریانی، روٹی چاول، آلو گوشت قیمہ کوفتہ مرغ سب تازہ ہے۔"

دیر تک میرے دماغ پر دادا کی قہر آلود اور غضب ناک نگاہیں رقص کرتی رہیں، اکثر اسٹیشن روڈ سے میرا گذر ہوتا اور میں خواہ مخواہ صرف دادا سے ملنے کے لئے ہوٹل چلا جاتا۔ دادا کی ہر بات میں، دادا کے ہر انداز میں ہر اشارے میں ایک کشش تھی۔ ایک منفعا طبیعت تھی اس کی باتوں میں خلوص ہوتا بے تکلفی اور راستی ہوتی لیکن کوئی بات دادا کے اصول کے خلاف ہو جاتی تو دادا لال پیلا ہو جاتا، دادا کے ہر لفظ سے زہر ٹپکتا تو آنکھوں کی متانت اور سقا طبیعت رخصت ناک چہرے کو میں نے بارہا دیکھا ہے میں اس چہرے کو نہیں بھول سکتا جیسے کوئی پرانا دیوتا غیض و غضب میں عتاب نازل کرنے پر تلا ہوا ہو۔ دادا کی شخصیت میں مجھے سمندر چھپا ہوا نظر آتا جو کبھی اس قدر نرمی اور نزاکت سے بہتا ہے کہ باد نسیم کا بدلا ہوا روپ نظر آتا ہے، اور کبھی اس قدر ابلتا، گرجتا اور روندتا ہے کہ زمین کا کلیجہ پھٹ جائے،

ایک رات اپنے ایک دوست کے ہاں سے واپس ہوتے مجھے دیر ہو گئی تھی جہانگیر بازار کے قریب بس سٹاپ میں آخری بس کا انتظار کر رہا تھا، اور مجھے شبہ تھا کہ بس جا چکی ہوگی، اچانک اندھیری سڑک پر ایک شخص آتا ہوا نظر آیا، میں نے اڑتی ہوئی نگاہ ڈالی تھی کہ ایک دوسرے شخص کے قریب آ جانے کے احساس پر چونکا،

"صاحب! میں مہاجر ہوں، جھونپڑی میں میری بیوی بیمار پڑی ہے، آج صبح سے کچھ نہیں کھایا، دوا دارو کو پیسہ نہیں، کچھ امداد کرو اللہ کے نام پہ۔"

میں انجان ہو رہا اگرچہ کہ جیب میں کافی روپے تھے اس میں شک نہیں وہ مصیبت زدہ ضرور تھا اس کی آواز میں بلا کا درد تھا میں کھا رہا تھا کہ یہ آواز اس کی بیمار بیوی کی کراہوں کا ایک روپ ہے لیکن میں انجان اس لئے ہوا کہ سڑک سنسان تھی اور رات کافی ہو چکی تھی، مدد کے بہانے اکثر چھرا لگایا جاتا ہے کہنے کا اسامی ہے اور موقع پا کر جیب سے روپے اڑا لئے جاتے ہیں اور سینے میں چاقو گھونپ دیا جاتا ہے، اندھیری سڑک پر آتا ہوا آدمی میرے قریب ہو چلا تھا، مہاجر اس کی طرف بڑھا اور وہی جملہ دہرا دیا۔ "اللہ کے نام پر کیوں مانگتے ہو۔" وہ شخص گرجا، اس کی گرج میں مجھے دادا کی گرج سنائی دی میں نے غور سے دیکھا وہ دادا تھا جو اپنی جیب ٹٹول رہا تھا،

"بھائی تین روپے دن بھر کی مزدوری میرے پاس ہے تم دو لے لو اور ایک میرے لئے رہنے دو۔" دادا نے دو روپے اس کے والے کر دئے اور آگے بڑھ گیا مہاجر دیر تک کھڑا اس کو دعائیں دیتا رہا لیکن دادا دور جا چکا تھا میں نے لپک کر اسے جا لیا۔ "دادا کہاں جا رہے ہو۔"

"آپ ہیں جی! سلام علیکم۔" ہم دونوں نے ہاتھ ملائے،

"اتنی رات بیتے کہاں تھے جی!"

"دوست کے ہاں دعوت تھی۔"

"اب گھر جاؤ گے؟"

"ہاں دادا۔"

"کیسے! بس تو جا چکی۔"

"ارے!" میں چونکا۔

"فکر کی کیا بات ہے۔"

"رکشا مل جائے گا نا۔"

"سرکار! میری جھونپڑی حاضر ہے، بیٹھک میں رات کاٹ دیں صبح تڑکے چلے جانا، پہلی ہی بس سے چلے جانا۔" اور میں اس کے ساتھ چل دیا۔

دادا نے دھیرے سے جھونپڑی کا دروازہ کھولا جھونپڑی معمولی سی تھی۔ دادا کا پوتا پڑا سو رہا تھا، سامان بس اتنا تھا کہ کوئی چرا لے جائے تو اس کا کوئی غم نہ ہو سکتا تھا، دادا نے بچا ہوا روپیہ نکال کر لکڑی کے بکس میں ڈال دیا۔

"کیوں دادا آج ایک ہی روپیہ لائے ہو؟"

"ہاں جی بس، کیوں دو اور کیا کرتے"

"خرچ ہو گئے جی آج"

"کہاں ہیں؟ اگر تم کما کر دھر ادھر خرچ کرتے ہو تو کام کیسے چلتا ہے، دو آدمی ہیں نا آخر۔ یہ تو کراچی ہے۔"

"اللہ رزاق ہے دیتا ہے"۔

میں کوئی آدھ گھنٹے تک اصرار کرتا رہا کہ دادا بتلا دے لیکن دادا نے نہ بتلایا کہ اس نے دو روپے ہاجر کو دے ڈالے۔ نہ کوئی بہادرانہ شاندار جھوٹ کہا بس ٹالتا رہا۔ اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا یا خود میں نے دادا کو بس اسٹاپ پر نہ دیکھا ہوتا تو یقیناً یہی سمجھتا کہ دادا نے دو روپے کسی عیش گاہ میں اڑا دیئے،

میں بستر پر لیٹ گیا اور جلد ہی آنکھ لگ گئی لیکن رات کو آنکھ کھلی تو بستر پر دادا کا پتا نہ تھا، چراغ کی دھندلی سی روشنی میں میں نے جھونپڑی کا جائزہ لیا، دادا ایک گوشے میں اکیلا بیٹھا ہوا نظر آیا۔ دادا خدا کو یاد کر رہا تھا۔ وہ رو رہا تھا سسک رہا تھا۔

"مالک بندے کو نیک بنا۔ آقا بندوں کو نیک بنا" اور مجھے ہزاروں نمازیں پڑھنے والے لاکھوں مسلمان یاد آ گئے، جن کی دعا اپنی ضروریات سے شروع ہوتی ہے اور آمین پر دم توڑ دیتی ہے جو عبادت نہیں کرتے، بلکہ دشواریوں سے مجبور ہو کر خدا کو سجدوں کی رشوت دیتے اور مدد مانگتے ہیں۔

دادا میرے دل میں اور بھی گہرا اتر گیا، میری آنکھ لگ گئی پتہ نہیں دادا کب سویا اور کیسا اس نے اپنی عبادت ختم کی صبح جب میں جاگا تو دادا چائے بنا رہا تھا،

ہم دونوں ساتھ چلے، بس میں بیٹھ کر دادا نے دو ٹکٹ لئے اور کنڈکٹر نے دو آنے زیادہ لے لئے، دادا نے ٹوکا کنڈکٹر نے بڑے ہی کافرانہ انداز میں کہا،

"برابر ہے" اور دادا کا چہرہ سرخ ہو گیا،

"کیا گاؤں والا سمجھ رکھا ہے، روز صبح شام جاتا ہوں نکال ادھر ادھر دھوکا دیتا ہے۔ مانگ لے چار آنے دے دونگا" دادا گرج اٹھا۔

"سیدھی بات کرو" کنڈکٹر اپنی نوجوانی پہ اکڑا ہوا تھا۔

"سیدھی بات کا بچہ" دادا اٹھا اور میں کانپ گیا کہ دادا اس کو چلتی بس سے اٹھا کر باہر نہ پھینک دے۔ کنڈکٹر نے دادا کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن دادا کا ہاتھ بجلی کی طرح جا پڑا اور کنڈکٹر مسافروں پر جا گرا، میرے علاوہ اور لوگوں نے دادا کو پکڑ لیا۔

"دو آنے کے لئے جان لیتے ہو!" کسی نے کہا۔

"دو آنے کا غم نہیں، لے سب لے لے" دادا نے ساری ریزگاری نکالی اور کنڈکٹر کی طرف پھینک دی جو کھمبا تھامے رہا تھا،

"دھوکا کیوں دیتا ہے مسلمان ہو کر جھوٹ بولتا ہے، خون پی جاؤں گا اب آواز کرے گا تو۔"

بس رک گئی۔ ڈرائیور کنڈکٹر کی کمک کو دوڑتا آیا۔ لیکن غلطی کنڈکٹر کی تھی، وہ دادا کو سمجھانے لگا اور کنڈکٹر کو چار صلواتیں سنا دیں، ڈرائیور نے بس کے فرش سے ریزگاری اٹھا اور دادا کو دینا چاہی،

"نہیں جی ہم اس کے بھوکے نہیں ہمارے پاس رہے یا بھائی کے پاس رہے، پر دھوکا کیوں دیتا ہے مسلمان ہو کر دھوکا ہے" دادا کا چہرہ ڈوبتے سورج کی طرح تمتما رہا تھا۔۔۔۔۔

کچھ دنوں بعد مجھے کراچی چھوڑنا پڑا، مجھے اس قدر جلد جانا تھا کہ دادا سے نہ مل سکا اسٹیشن کو جاتے ہوئے میں نے ہوٹل جائزہ لیا، دادا موجود نہ تھا اور میں چلا گیا، ایک سال بعد کراچی واپس آیا اور اسٹیشن سے اتر کر سیدھا ریستوران آیا، چائے پینے نہیں، دادا سے ملنے، مگر دادا نہ تھا" کیا لاؤں؟" ایک لڑکا آ موجود ہوا۔ "چائے" "اور کچھ کیک پیسٹری بسکٹ!" "تازہ "ابھی بیکری سے آئی ہے فسٹ کلاس ہے" "کیک اور بسکٹ لا

میں کھانا نہیں آرڈر نا چاہتا تھا، ایک بسکٹ اور آدھے کیک سے زیادہ میں نہ کھا سکا، نہ جانے کب کے رکھے ہوئے تھے کاؤنٹر پر بل ادا کرتے ہوئے میں نے دادا کے متعلق پوچھا، مالک نے دو چار موٹی موٹی گالیاں دے کر کہا "اجی ہوٹل کے گاہک توڑ دیئے اس نے، آستین کا سانپ، گاہک بہکاتا تھا، یہ باسی ہے وہ پرسوں کا ہے وہ خراب ہے، ہمارا گاہک ٹوٹ گیا، ہمارا نمک کھا کر کتے کی طرح غراتا تھا لات مار کر باہر کر دیا" پھر مالک نے دو چار موٹی سی گالیاں دے ڈالیں اور مجھے دادا کے الفاظ یاد آگئے "مسجد میں پانچ وقت اللہ اللہ کرتا ہے چھ مہینے پہلے مسجد کو چونا کروایا سیڑھیاں بنوا دیں، یہ خدا کو بھی دھوکا دیتا ہے" دادا نے کتنا سچ کہا تھا، کئی دن تک پر ہجوم شاہراہوں پر میری نگاہیں دادا کو تلاش کرتی رہیں، ایک شام میں میوہ خریدنے نکلا اور ٹھیلے والوں کے اڈے کا رخ کیا۔ دو تین گاڑیوں پہ مجھے میوہ پسند نہ آیا، میں آگے بڑھ گیا "کیا حکم ہے، حضور؟" جس آواز پر چونکا وہ دادا تھا، دادا کتنا بدل گیا تھا اس کے ہاتھوں نے جال بنا دیا ہو، مکڑی کا جال! ہر لکیر اس کی مصیبت بھری زندگی چھاپ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں بڑھاپا تھا اس کے بال سفید ہو چلے تھے جیسے سیاہ بادل کا ٹکڑا رفتہ رفتہ سفید ہوتا ہے،

"دادا مجھے جانتے ہو؟"

اور دادا نے مجھے گلے لگا لیا، میں نے دادا سے معذرت چاہی کہ جاتے ہوئے مل نہ سکا "میں نے آپ کو بہت یاد کیا سمجھا کہ بھول گئے ہوں گے" میں نے کافی میوہ خریدا دادا کی وہ روش، وہ دیانت، وہ وضعداری اور وہ کھرا پن ابھی باقی تھا،

"یہ سنگترے ذرا خراب ہیں، کئی روز سے پڑے ہیں" میں نے انگور دیکھے تو دادا نے کہا "پھر دکان میں کیوں رکھا دادا؟" "کوئی غریب آدمی لے جائے گا" "کتنے میں دو گے؟" "جتنے میں وہ لے جائے" میں چلا آیا، کچھ دنوں بعد میں بیمار ہو گیا اور ڈاکٹر نے میوہ کے علاوہ کوئی چیز نہ کھانے کی ہدایت کی میں نے نوکر کے ذریعے دادا کو کہلا بھیجا کہ اچھا میوہ بھیجے۔ کچھ دیر بعد نوکر آیا وہ خالی ہاتھ تھا "کیوں، میوہ کہاں ہے؟" "دادا ساتھ آیا ہے وہ آپ کو دیکھنا چاہتا ہے" نوکر نے کہا اور میرا دل بھر آیا، کراچی کی تجارتی شہر کی زندگی میں جہاں

ہمسائے انجان رہتے ہیں۔ اور پڑوسی پر نظر ڈالنا تک گوارا نہیں کرتے دادا کا خلوص حیرت خیز نظر آیا جیسے لق و دق صحرا میں نخلستان ویرانے میں کوئل کی کوک، اندھیرے میں ٹمٹماتا ہوا ستارہ! دادا اتنے سارے پھل ساتھ لے آیا تھا "دادا اتنے پیسے کہاں سے دوں؟ آخری تاریخیں ہیں بعد میں لے لینا" میں نے کہا "جتنے ہوں دے دیں، ان سب کی قیمت ہو گی" "مگر یہ تو بہت ہیں دادا"

"آپ نے پانچ کے منگوائے تھے، پانچ کے اوپر جتنے ہیں وہ سب میری طرف سے بس اب کچھ نہ کہنا" دادا نے کہا اور میں کچھ نہ کہہ سکا، دادا گھنٹے بھر کے بعد چلا گیا، اور روزانہ آتا رہا۔ دو چار دن بعد میں نے دادا سے کہا "دادا کل ذرا اچھے سے سنگترے لے آنا، ذرا اچھے ہوں، پرسوں کے سنگترے کھٹے تھے، عجیب مزہ تھا ان کا" میں بات پوری نہ کر سکا تھا کہ دادا کا چہرہ کھنچ گیا جیسے کسی نے سارا خون چوس لیا ہو، میں ذرا گھبرا گیا کہ دادا کو کیا ہوا؟ "کیوں دادا؟" "میں سنگترے لا دوں گا، بعض وقت سنگترے خراب آ جاتے ہیں مجھ سے بھی چوک جاتی ہے میں بھی انسان ہوں" دادا نے بڑی افسردگی سے کہا اور مجھے افسوس ہونے لگا، کاش میں نے دادا سے ان پھلوں کی شکایت نہ کی ہوتی، دادا چلا گیا اور کوئی گھنٹے بھر بعد دوبارہ آیا، وہ تھیلی میں سنگترے لے آیا تھا "کل سے آپنے دادا آج کیوں تکلیف کی؟" "نہیں جی، لاتا تو آپ کھاتے کیا آج" میں نے نوکر کو بلوایا اور روپے منگوائے "کاہے کے جی!" "ان سنگتروں کے دام" "نہیں جی۔ پرسوں خراب نکلے تھے نا ان کے بدلے لو" "یہ ایسا نہیں ہو سکتا دادا۔ تمہارا یہی کیا کم احسان ہے، دادا نے فوراً بات کاٹ دی" "اجی کون کسی پر احسان کرتا ہے، اللہ رزاق ہے وہ دیتا ہے......

.... جب دیتا ہے تو اپنے کوئی اور بندے کو بہانہ بناتا ہے۔ بس، سب اس کے محتاج ہیں، اس کے ہاتھ ہے اس کا رزق کون کسی پہ احسان کرتا ہے، میں بھی اس کا محتاج ہوں، میں کیا احسان کروں گا کسی پہ" دادا کی بات پر میں چپکا ہو رہا۔

"دادا تم تو انسان نہیں فرشتے ہو نا چاہیئے تھا، میں نے کچھ دیر بعد کہا" "نہیں جی فرشتہ ہوتا تو کس کام آتا انسان ہوں تو دوسروں

کی خدمت کر سکتا ہوں، اللہ بہت بڑا ہے" دادا کی ہر بات تل کر زبان سے نکلتی، اور میں سوچا رہ جاتا کہ آخر میں نے ادب، فلسفہ، زبان اور مختلف فنوں پر سینکڑوں کتابیں پڑھیں لیکن دادا کی بات کتنی اٹل اور میرے لئے کتنی نئی ہوتی،

میں اچھا ہوگیا، چند دنوں تک دادا سے اکثر روڈ پر ملاقات ہوجاتی، اور میں کچھ نہ کچھ ضرور خرید لاتا، لیکن دادا اچانک روڈ سے غائب ہوگیا، میں بارہا اسے تلاش کرتا، لیکن دادا جیسے شاخ سے بلبل کی طرح اڑ چکا تھا، بہتے ہوئے بادلوں کی طرح دادا لاپتہ ہوگیا،

اتفاق سے ایک دن بس اسٹاپ پر مجھے دادا کا پوتا نظر آیا،

تمہارا دادا کہاں ہے؟" وہ بائیس روز سے بیمار ہے، حالت خراب ہے" "ارے" میں چونکا، مجھے اطلاع کیوں نہ دی" "وہ دادا نے روک دیا تھا کہتا تھا وہ کام والے آدمی ہیں، ان کو فرصت کم ملتی ہے یہاں آنے لگیں گے تو ان کے کام میں ہرج ہوگا" میں اس لڑکے کو تکتا رہ گیا، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، میری آنکھیں بھیگ رہی تھیں، یہی دادا جب میں بیمار تھا تو اپنی گاڑی اس ناتجربہ کار لڑکے کو یہ کہہ کر سونپ آتا کہ کچھ نہ بیچے بس نگرانی کرتا رہے، میرے لئے وہ ایک گھنٹے کا ہرج گوارا کرتا، اور اسی دادا نے یہ ہدایت کی تھی، میں بہت ضروری کام سے جا رہا تھا، اسے فوراً ملتوی نہ کر سکتا تھا، شام کو آنے کا وعدہ کر کے میں چلا گیا، لیکن سارا دن بوجھل گیا۔ بار بار دادا یاد آتا، بار بار خیال آتا رہا کہ ایسے انسانوں کو تکلیف کیوں؟"

شام کو میں جھونپڑی پر پہنچا، شام ہو رہی تھی سورج ڈوب رہا تھا، لیکن دادا کا دل موت کی آغوش میں ڈوب چکا تھا، دادا زندگی کی راہگذر سے گزر چکا تھا، زندگی کی سرحد عبور کر کے وہ ان وادیوں میں محو گلگشت تھا جہاں جنت کی حوریں ایسے انسانوں کے استقبال کو آتی ہیں،

"دادا مر گیا" پوتے نے چیخ کر کہا، اور میرا دل پکار اٹھا، دادا نہیں مر سکتا، دادا مستقبل ہے، وہ وقت کے سینے میں دھڑک رہا ہے، وہ دنیا والوں کی ایک تمنا ہے، ایک خواب ہے اس خواب کی تعبیر کو سوں چاہئیں برس ہا برس چاہئیں، دادا مستقبل کی آغوش میں زندہ ہے، وہ بے وقت پیدا ہوا، وہ پھر پیدا ہوگا، ابھی تو وہ دنیا والوں کی ایک تمنا ہے، دلی تمنا ہے، ایک حسین خواب ہے ایک سہانا خیال ہے، لیکن یہ خیال یہ خواب یہ تمنا انسان بنے گی دادا جنم لیگا ہزاروں لاکھوں کروڑوں دادا جنم لینگے، وہ انسان جن پر فرشتے رشک کریں گے اور ان کے دم سے دنیا کو دیکھ کر جنت شرمائیگی

فردوسی اسلام اور شاعر پاکستان حفیظ جالندھری کا زندہ جاوید ادبی کارنامہ

منظوم تاریخ اسلام شاہنامۂ اسلام

جو چار ضخیم جلدوں میں ہے اور جس پر حفیظ صاحب کو فردوسی اسلام کا خطاب دیا گیا ہے صرف اصل لاگت پر دیا جا رہا ہے، چاروں جلدوں کی قیمت ساڑھے سولہ روپیہ تھی مگر ادارہ شان ہند صرف اصل لاگت مبلغ پانچ روپے میں دے رہا ہے، چاروں جلدوں پر ڈیڑھ روپیہ محصول ڈاک الگ لگتا ہے، بہت کم جلدیں رہ گئی ہیں پہلی فرصت میں طلب فرما لیجیے ورنہ بعد میں کسی قیمت پر بھی نہ ملیگا

مکتبہ شان ہند۔ دہلی

رعایتی فیس داخلہ	
ایک حل	۸ آنے
پانچ حل	۲ روپے
دس حل	۳ روپے
پندرہ حل	۴ روپے
بیس حل	۵ روپے

بیس سے زیادہ جس حل پر کتنے بھی حل کے حساب سے

51,000

نقد انعامات

پینتیس ہزار روپے بالکل صحیح حل پر

ایک سے چار غلطیوں تک انعام ۱۵۰۰۰ روپے | کلکٹرز کے لیے ۵۰۰ روپے | سب سے زیادہ حلوں پر ۵۰۰ روپے | مقامی حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۲ اگست

امرجیوتی	اشارات	پہیلی نمبر ۴۵	ممکن الفاظ (۱)	(۲)
۱	بھلے لوگ سنسار کے ..... دیکھ کر دکھی تو ہوتے ہی ہیں۔		رنگ	رنج
۲	بس یاترا میں ..... کا پرندہ پہلے سے ریسٹ پر بیٹھتا ہے۔		تھکان	سامان
۳	..... کے چکر میں خاندان تک تباہ ہو جاتے ہیں۔		عداوت	عدالت
۴	..... کا دھیان نہ رکھنے والے بیوپاری کی بات کا کیا ٹھکانہ ہے؟		دھندے	گھاٹے
۵	..... میں سست دنیا دار نہیں کہا جاتا۔		اپنوں	سپنوں
۶	..... سے ذرا اچھا کام نہ کرنا بزدلی ہی کہی جائے گی۔		ناکامی	بدنامی
۷	بوڑھے آج کے ..... کو دیکھ کر دانتوں میں انگلیاں دیتے ہیں۔		جہان	جوان
۸	بچوں کا ..... بھی کیا دلچسپ ہے کشمکش لڑائی دیکھو۔		میل	کھیل
۹	بڑے آدمی کی ..... میں بڑپن کا احساس تو ہونا ہی ہے۔		اولاد	آواز
۱۰	..... کی مصیبت سے لاپرواہ ہونا انسانیت نہیں۔		مجبور	مظلوم
۱۱	ہوائی جہاز میں دیہی کے کرائے کے ساتھ سامان کا ..... بھی غنیمت ہے۔		بھاڑ	بجار
۱۲	..... مشکل ہی سے پھنستا ہے۔		مکار	شکار
۱۳	مصیبت ..... سے دور ہوتی ہے ..... رہتے ہیں۔		روتے	سوتے

صحیح حل وہی سمجھا جائیگا جو نارمنگ بزنس لمیٹڈ کی دو تین کمیٹیوں کے حل سے مل جائے۔ صحیح حل ۲۰ اگست کو سب کے سامنے کھولا جائیگا۔ اور انعام پانے والوں کے نام پرچے میں شائع کر دیے جائیں گے۔ ایک حل کی فیس ۸ آنے ہے لیکن ایک سے زیادہ حل نے فیس رعایتی مقرر کی ہیں۔ فیس ادا کرنی ہوتی ہے جتنے حضرات چاہیں پہیلیوں کے حل فیس ایک ساتھ روانہ کر سکتے ہیں دیے ہوئے الفاظ میں سے جو آپ ٹھیک سمجھیں لکھیں۔ ممکن الفاظ کے اور نمبروں کے ذریعہ بھی حل لکھے جا سکتے ہیں۔ چھپے ہوئے فارم دفتر سے مفت منگوائے جا سکتے ہیں۔ فیس منی آرڈر، پوسٹل آرڈر یا نقد سیدھی کے ذریعہ بھیجنا چاہیے۔ پوسٹل آرڈر کراس کریں۔ اپنے حلوں کے ساتھ ٹکٹ کی صورت میں فیس منی آرڈر رسید اپنے حلوں کے ساتھ بھی کریں۔ صحیح حل جلدی منگوانے کے لئے اپنے حلوں کے ساتھ دو آنے کے ٹکٹ اور ایک اپنے پتے کی چٹ بھیج دیں۔

اپنے حل اس پتہ پر بھیجئے

امرجیوتی پہیلی نمبر ۴۵، مقابل اردو ہسپتال نئی دہلی

امرجیوتی پہیلی ۴۵ کے سولہ حلوں کا چارٹ مع ٹوکن

	حل نمبر۱	حل نمبر۲	حل نمبر۳	حل نمبر۴	حل نمبر۵	حل نمبر۶	حل نمبر۷	حل نمبر۸	حل نمبر۹	حل نمبر۱۰	حل نمبر۱۱	حل نمبر۱۲	حل نمبر۱۳	حل نمبر۱۴	حل نمبر۱۵	حل نمبر۱۶
۱																
۲																
۳																
۴																
۵																
۶																
۷																
۸																
۹																
۱۰																
۱۱																
۱۲																
۱۳																

اپنے حل اس پتہ پر بھیجئے
امرجیوتی پہیلی نمبر ۴۵
مقابل اردو ہسپتال نئی دہلی

ٹوکن پہیلی نمبر ۴۵۔ امرجیوتی پہیلیوں کی تمام شرائط پڑھ کر منظور کر لینے کے بعد میں حل ارسال کر رہا ہوں مجھے پہیلی ایڈیٹر کے فیصلے اتفاق ہوگا۔

نام ____________________

پتہ ____________________

پوسٹل آرڈر رسید نمبر ____________________